

فانی — ایک معنوی ترتیب

خواجہ منظور حسین

آپانی نے تصنیف و صوفی و شاعر کی ناخوشی، غرضی ہو کر نہ جانے کتنی قتلوں کا بیڑا غرق کرنے کا ذمہ دار گردا ہے۔ فقہوں اور صوفیوں سے قطع نظر یہی شخصیتیں متحارب ہمارے نام کے کسی باب میں الزام دھرا ہے۔ میں ایک طرف خواجہ صاحب نظر اور دوسری طرف ہارڈی مخالف ہوں۔ دو رنگوں کی فنی کاروں پر نام لئے بغیر، انھوں نے یہ عمری حکم لگا دیا ہے:

کو رو دیتی ویش را دوست تو دشمن مرد آجے مرگ و نفش خود بہ روش
نغمہ او خالی از سازِ حیات چہر سبیل اقتد بہ روارِ حیات
تا آوازِ ناز کی ساز و ترا از جہاں بیزار می ساز و ترا
الغدر اہل فخر صوبت است و گنا نیستی و رگوست صوبت است و گنا

اس سے بھلا نہیں کیا جاسکتا کہ فانی کی شاعری کا ایک مخصوص وارگی زوہل آج ہے۔ اس انتخاب کی ایک غرض یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ کیا اس سے کو چھوڑ کر کسی کی تائید کی اس انتخاب میں سوجھ بوجھ اس کی کچھ کام ایسا بھی ہے جس کی بارے باہر ہو۔

فراق نے فانی پر اپنے سفر میں شہک کہا ہے کہ کائنات و حیات کی ترجمانی یا مصوری وہ شاعری بہت ناقص طور پر کہے گی جس میں فلکا زاد عمیق کے اور دو ایک رنگی پاک سرخی ہو۔ اس انتخاب کی دوسری غرض کلام کی مربوط شاد است سے یہ تصنیف کرنے میں مدد دینا ہے کہ کائنات و حیات کی جو ترجمانی فانی نے کی ہے، اس پر ایک رنگی کا الزام وار ہو سکتا ہے یا خود ان کا یہ بیان صادق آتا ہے۔

نیرنگی جستجاست و جذبات ہولست

فانی کے کام میں اپنے اچھے سوتے دل، اسیت آفس کی سوز و ساز میں ڈوبی ہوئی وار و است تو غرضی ہے، مگر ساقی انھوں نے اپنے وقت کے دکھ بھرے سوال کی جوت کو غزل کی اربانی عورتیں میں ہوں سمویہ اور ٹوٹا ہے کہ کل کی باتیں آج کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ صنف غزل اور فانی کے شیوہ غزل کی علی بلی دین ہے۔

خدا اور انسانیت: ہر چند کچھ اوسے حقیقت

میں ہے جلوہ کچھ آسمان فانی جلوہ جلوہ ساز میں نہیں، وہ تو ہے

میری غزل کی آڑ میں ان کا طور تھا اللہ، ان کے نور کا پردہ کی نور تھا

معنی صورت میں ہم نے تیری صورت دیکھی لی تیری صورت دیکھی لی خدا کی کھانا دیکھ کر

تیری ٹھیکوں سے کسی طرح کم نہیں دل کی ٹھیکوں کو گھن دلی میں آنکے دیکھ

تیرے حقائق سے تو سب سے عرفاں میرا

میرے چر سواں بدوہ خوشی ہی رہے کیا مل جواب تھا خود میرے سوا لیں

100

انسان کی عمر بڑھنے لگے گا اور

وہ شخص ہے تو میں نے ہی آئینہ خانگی اپنی ہی نگاہی کو پروانہ چاڑھا !

خود برق پیدا اور طور کھلتی ہے غلوں میں

بشیر میں عکس موجودات عالم سم نے دیکھا ہے
اور دیر سے یہ قطرہ، لیکن اس قطرے میں اور کچھ ہے

ہستی ہی میں جو باطل ہو، نیز فرق بخاند حقیقت کیا،

میں نے یہ مری نظروں میں لایا ہوگا

ہاں نقابِ جلیو خود بھی تھا ثانی فریب سے

اٹھ دیا غم عشق بھانڈے پر
عجب جن میں گویا رات تھی حقیقت کے

جمہوریہ مجبور زندگی، مجبور فقا، مجبور شوق، مجبور تنہا، مجبور غریب، مجبور غم

عظم و خمشق، عجم جانان، عجم بستی، عجم روزگار، عجم بستی سوادید، شعلو غم، سوز غم، نجواری غم، کشتاب غم، خشخاش غم، زیت غم، درازست غم.

بے غم و بی غم، خار غم، محرومی غم، بیکاری غم، غربت غم، سہاس غم، دلی غم، گناہ غم، ناز۔

[illegible][illegible]

حیات: انشہ حیات، کرشمہ حیات، ہنگامہ حیات، حیات، مرگ، سماں، حیات، مرگ، انان، پاس، دفع حیات

مذہبی، توہید و توحید، الحامی و الحامی

نک و بی غم رنگ و بی غم رنگ و بی غم رنگ

خودی: غزالی خودی، دگر خودی، ترک خودی.

بے غوری : اعلیٰ ہے غوری، عشر ہے غوری۔

سنا: تمہارے دوست، درسی، محبوب، اور بیوی، تم، تم، آباؤ اعم، مگر ہی نہ۔

رنگ : سبز، مرگ، حسرت، مرگ، آرزوئے مرگ، امیدوار مرگ، عشق مرگ، ناگہان، ممکن مرگ۔

جس نے آواز نہ سنی، وہ غلطی نہ کر رہا ہے۔

موت: حیرتی موت، ہلاکت، تھکنی تاخیر موت، مردانہ دشواری

کُش کُش، پُش پُش، مَکُش مَکُش، جِروا خُتیار، کُش کُش، روو قیل، فِسیر کُش کُش، صبر و اضطراب

تعمد : تعمداً، عمدتاً، و عمدتاً.

المعنى: لا يملك الإنسان شيئاً من نفسه، بل هو مملوك لله تعالى، وهو الذي يملك كل شيء.

تہ: مائی غزنویہ، مائی فتح کامر، مائی شکستہ دل، مائی تار سید، مائی کس، مائی محو، مائی بھول، مائی دروازہ، مائی کدھار۔

اضافوں میں نفسی کیفیتوں کا اظہار

محبت: عزیزان محبت، ایمان محبت، احسان محبت، خواب نریمان محبت، خواب لذت، یہاں کا بڑا محبت۔

عشق: مراد عشق، جبر و ایالات عشق، و رابطہ غم عشق چاہ، عشق فتنہ سامان، و درویش عشق

دل : درمغلب دل ؛ یک رنگ دل ؛ دل آرد و پیوسته ؛ حشمت دل ؛ او در کمر و در دل ؛ کینیت ؛ ناکامی دل ؛ دل ؛ زیت آفرین ؛ دل غمخوار

تمنا: عرقاں تمنا، زوقی تمنا، طوطیاں تمنا، جگر تمنا، غابلمک، بیکانہ کمر، زمردانی تمنا، سوختہ سامانِ تمنا، بیشمار تمنا

آرزو لغت: آرزو، چشم کرده، آرزو، لذت کشی، آرزو، تحسین، غم، آرزو

حضرت: کارگزار حضرت امانت و خود حضرت انصاف است

شوق : ہنگامہ شوق، تجرید شوق، خواب شوق

قوتی: قوتی تماشا، قوتی کھانا، قوتی ٹھکانا، قوتی ادا، بابہ نظر، قوتی بلا، قوتی خرابی، قوتی امیری

محققان: ملاقاتی تلخ پندی

الاست الاست كشيء اذا روي في اليت غم، اليت فقا، اليت وروى الاست ايضا الاست ازاره اليت هيدوا، خراب اليت هي كجاي محبت

خوگ، خوگ آواز، خوگ غصه، خوگ جفا، خوگ علم

الطبخ : الطبخ نخلل ، الطبخ بضم طاء هو تمرير ، الطبخ اضطراب ، الطبخ اميد ديمير

بیش: کئی کئی بیش یکاوت! قرابہ مستی بیش شمار، جنوں بیش سلاں، بیش مرگہ ناگیاں

جنوں! چشم و چراغ جنوں! نقاشی جنوں! زیرنگ جنوں! طوقاں! اضطراب جنوں!

[illegible]

اضطراب: جمالی اضطراب، لغوی اضطراب، اتوفیق اضطراب، تسکین اضطراب

ہمالیا کے سکول میں سکول ہی سکول تھا مری نگاہ مضطرب ہے راز انقلاب کا

جائی نہیں غلطی اہم روزگار کی اسے آسمان ہوا وہ تیرا انقلاب کیا

دل ہی وہ خانہاں خوب نہیں جس کو توفیق اضطراب نہیں

اب کہاں نکلتی دو چوٹی اظہار کیا غیبت تھی! بے بس کر رہی تھی!

زمین مشرقی کی کیا تمامت ہے منافق! مجھے اپنے وطن کی کس زمین معلوم ہوتی ہے

اسی ملہ میں گدی راؤ سہانی کے دربار میں

عشق اور ایوبیاد: ایوبیاد کہنے کو جس

ادب کل آرد و بول فانی

عمر کی حیات ہے مگر وہ دعا کے حیات

اعظم حیات کے غلٹس درگاہیں

دنیا کے لیے یہی اس کی خدمت ہے کہ میرے
جو تار و کار سخن ہوئی انکشتی ہوئی

انے کی کوشش ہے۔ اس کی ہے، اس کی

یاس کی نکل میں امید نظر آئے ہے بیخ تو ہے کہ وہ ناکام کتنا ہیں
میں پر نصیب وہ مجھ کو خوشی ہوں فانی برا تو مراد ہے اور امید دار ہے
دینا بھی کوئی دن مری قسمت میں ہو فانی جس دن مجھے مرے گی نہ دہرے گی
بچنے کی ہوس بھی ہے مرنے کی سرک بھی

نیرنگی حسیات و جذبات

خاک دل ہے جب خدا کی دنیا فانی میں ہوں نہ سر کو جھکا نہ پیش و پی پیش
دل انگ عالم سستی سے تو سر عالم پیش اور جسے میں نہ کہ دو عالمے خدا کی ہے
تھی ہماری قسمت میں زندگی خدا کو کر بندہ خدا کی کا
گھبرا گیا خود کی تار کیوں سے فانی مے نور عشق دل کی کڑیوں میں بہر جا
مٹی سے کام بھی لے مٹی پر ایسا بھی لا انسان کی صورت ہے انسان ہوتا

جہاں خود اور خود الی عرفاں ہوتا غور و تشویش اور خود آہ و جواں ہوتا
خدا کا امت زاری کچھ کہیں نہیں شکل ہے کوئی کام تو انسان ہوتا
نقشہ خشر جسم فخر یا تو ہر انسان ہے
کسی کے جلوہ طاقت رہا کو کیا کہیں شکستہ و گسر رخ کا نہایت نے مارا
یہ اس نگاہ پر ہوش رہا کی خطا نہیں عالم پر قدر و ذوق خواب ہے
ایک وہی غبار میں ہم تو کہنے کو مجبور نہیں
مجبوری میں وہاں کو یہ شکستہ غبار ہی

فانی مرے گل بر تن جب نہ رہی سہمی سا پہنچے میں امتیاء کے ڈھالے ہوتے تو ہیں
جہم آزادی میں نہرنگی تھے مجبوری کی راج یہ کیا نظر ہم کتنا میں اٹھک ہوا
اسٹ گئی مری امید ہم کی دنیا ہم سے بدلا نہ گیا رنگ تہا اپنا
یہوں رنگ یہ کوئی گوشہ نشین نہ ہو کر خوش نہ ہو کر گل بدلاں ہے ابھی غار تہا اپنا

مزاج کی ترکیب

کہتے ہیں جس کو عشق وہ اہل چلنا گھڑیاں نہ ہر کام نے نہیں ہیں بلی پر کے گواہیں
کسے سے فانی باغ ہماں میں گواہی نہ ہمیں برتن و رطل غم عشق تہا ہوں فانی
برتن و رطل غم عشق تہا ہوں فانی

رنگ رنگ کو درو دل نے گسچل بنلایا اس کو زما سوا تو بھی ایسا بنادیا

نظر تو غم رفتہ رفتہ میری نظرت ہی گئی

دور میں سینہ قاتی میں چپ چپ کیوں کی

دور میں لعل بخش کیست بخش پانا ہوں

قافی دور پاکش ہوں غم کی جیسے راحت؟

جواب دلی نوازی اور ان نہ کہے میں ہوں وہ درد غم کہہ دوں گا میں

کشیور اپنا غم پرستی بظاہر خاک دل

یا ام کو کشتی رہی یا خود را خوش رہی

میں روئے کے پریشان تھا ہوں یعنی قافی ہوں

قافی ہی نہیں قافی میں دوس نہیں ہوں

میں ہوں عالم کو بے دلی کا پیام خیر و شر مرعہ صلیح، جنگ

راؤ نیرنگی حقیقت ہوں میں ہوں قافی حقیقت نیرنگ

عالم بدلا، فضا سے عالم بدل مرتے بے اختیار و پیم بدل

اک میری طبیعت کہت گم بدلی

قرار وا اضطراب: درد و دشوار تھا سکون میاں خیر سے، اضطراب میں گزری

خدا کی بار جواب دل چہ اختیار بہت قرار کے بدلے میں بے قرار ہے

ہماری لاشیں مرقع ہے بے قرار کی کا اک اضطراب کی صورت بھی اس قرار ہے

تڑپ اور سکون: فضا پر سیر آزاد تھا، غم فانی تو کچھ پہلے ہی تڑپا دیا تو لے کو

نہی ہر تڑپ سکون کی دنیا لے بہتے

آنسو نواؤں کو گیر ضبط اور جوش غم

آنسو گئے سو خشک ہوئے دل چکر نواؤں سے

دل پہ گناہی چھائی ہے، کھلتی ہے در پستی ہے

قافی میں میں آنسو کا دل کے دم کا دل کا دل

مری آنسو میں آنسو گئے ہم کاکوئی کا چا

اچھا ہے دو آگ کے دریا آنسو کی کہتے ہیں

بج رہا تھا ایک آنسو وارو گیر ضبط سے

معاشرتی جذبہ کا آثار چھوڑو

دیکھا نہ دل نے کسی دین، خدا کے نگو

دیکھی ہیں ہم نے گورنریاں کی آڑ میں

پھر ہوا گورنریاں پر گلوں کا بزم

خاک دل انھیں ہے تعلیم بیاباں کے لئے

یہ کوچہ قحطی ہے، آباد ہی رہتا ہے
اک خاک نشین، اٹھ، اک خاک نشین آیا
لا کام میں جذبہ خودی کو بھی
پر شیوہ مستندی کب تک؟

اس بزم میں نور سے چند تک نکلا

دل آباد کا قحطی کوئی مفہوم نہیں
ہاں گرجوں میں کوئی حسرت، بر باد رہے
مگر غرض ہے حال انا تباہ حالوں کا
جتنیں ملے رہا وصلہ خیالوں کا
آ اور دل بردہ میں کب حشر ہوا کر
جا اور دل آباد کو میرا نہ بناوے
آغوشِ تنہا میں ہم پروردہ آفت ہیں
اتے تفتہ و دراز آٹھ سے حشر ہوا
آسان سر پر اٹھ لینے کی ہمت، ب کہیں
لب تک آئیں بھی اگر آئیں تو اگر آئیں
انصاف ہاں بنا ہوں، انصاف ہوئے گا
پیدا کر دے آئیں غالی نہیں نہ جائیں
بے درد و بند بند کسی کا جسکو گنا
بہ ایک آ و جہاں سوز کے فرق تک ہیں
یہ غار در برق، تھیں، دام آشیان، صیاد
کشمیر میں حال اہل کشمیر تو دیکھا
میر ہاں میں غلامی کی زنجیر تو دیکھا

معاشرتی احساس:

جسے ہم کیا تھے دیکھتے ہم کیا ہیں
کشمیر کے خواب، اپنی تعمیر تو دیکھا
پھولوں کی نظر تو زنگست و بگی
خلق کی دل گدا ز حالت و بگی
تھوڑے کا کثر نظر آیا کشمیر
وضع میں سوئی ہوئی جنت و بگی
ہا کیزہ ہوا کی تار کی سے عروم
وہاں میں دند و کشنی سے عروم
بے قابل رحم عورتوں کی حالت
زندہ ہیں مگر ہیں زندگی سے عروم
ساقی یہ ابھی حال سے غافل نہیں ہے
بیانا بہ اندازہ پیدا نہیں ہے
مے خانہ عالم میں ہے اہل چن قحطی
پیرا نہ کر چھٹک رہا ہے کوئی
قیامت کی کشش رکھتی ہے مانے میرے نہیں کسا
کہیں کی بچیاں ہوں تاکے چھانوائی ہیں خوش
بہ سوختہ ملائی کس کس کے ذکام آئی
لا ایک ذرا کب بکلی مراد غلامی نے
یا اسے کر کسی بکلی کے حوالے کیا
یوں دیکھتے ہے تیرگی آب و گل میں کیا
پا اسے کر کسی بکلی کے حوالے کیا

عالم و رو کا لکھ اس کے ذرا کھٹ، مذکور

بہ منزل میں غرضی طے، غرضی اوٹھل
یہ ایک وہ گیلے میدان سرہ نہ ملے
دل مرحوم قحطی کی جہاں مرگ کا نام ہے
چلی آئی ہیں آزمائی تار و کیں ایک عالم کی
مٹ کر بھی دارغ شاہد خون شہید ہے
وہو یا ہو ہے واسی قحطی جگر جگر
کیا یہ چھتا ہے غمگین کیا ہے دل
اہرے ہیں نقش وندہ باطل جگر جگر
کار گاہ حسرت کا حشر کیا ہوا کرب
دارغ دل پہ کیا گوری نقش دعا ہو کر

نورانی کلام:

تیرے ستم ایجاد کے غماز نہیں ہیں
دل سے بھی اب اتنی نہیں اتنی غیریانی
ہے دوا ہے بے دوا کے انداز نہیں ہیں
دست ہوتی ہم گردش برآواز نہیں ہیں
آج پہلوں کیوں ہے سنا
کیا ہوئی آہ آہ کی آواز

نامے ہیں آہیں، تپش ہے بخش ہو
باقی نہ دبا کوئی نہاں دایہ تھا
نہ چیز، اسے نامزدی عتد، امید اعلیٰ ہوں
وہا ہے چاک دل آلودہ شوق و فربہ ہوں
پاک ہوں کچھ آثارِ کست ابھی، فانی
کھوئی ہوئی دنیا ہے مری دل کی فضا میں
مری محرومیوں کا فیض جاری ہے رگش ہے میں
وہاں میں جو اب ہو کی بوند ہے خونِ نسا ہے
کوئی اس جبرِ کست کی بھی حد ہے فانی
ہم غلبہ، بھر میں امید بھر دے گئے ہیں
ایک رنگی دل لازم صورتِ رنگ جنوں کو

جنوں!

دکھ پنجرہ جنوں سے سر دکا پائیں
کب تک رہیں گے ہاتھ گراں بارِ اسٹیں؟
کلیں تک، جو ہاتھ چشم و چراغ جنوں رہا
ہے آتاقبہ صحت سے آزارِ اسٹیں
پھر گوشہ گیر حلقہ زنجیر ہے جنوں
صحا کو تندرنگی زنداں کیے ہوئے
طوبی، اضطراب جنوں، طے کے دہے
پیشا ہوں جمع خاطر داناں کیے ہوئے
اب جنوں سے بھی توقع نہیں آدائی کی
ہاک داناں بھی بہ اندازہ داناں نکلا
لیجے کیا داس کی غمراہ و دشت جنوں کو کیا کیجے
اپنے ہی ہاتھ سے دل کا دامن دھت گدی چوٹ گیا

وحشت!

پھر خواب میں طوق تیار، زنجیر نظر آئی
وہ بدو ہے وحشت کی پھر سلسلہ نہائی
پھر خلاق، اہل دانش چاہتا ہے انقلاب
پھر مری وحشت نے رو سے بابہ زنداں کے لیے
پھر ہوا گو وطرِ سیاں میں بکروں کا ہجوم
خاک و دیرانہ اکسیر نظر آئی
کایا ظلم دنیا کی وحشت کے پست ہے
جوشِ وحشت کا تھکا ہے، اگر یہ اندک ہے
جب سے کہ تاریکی داناں میں سلامت نہ مل

وحشت، دل سے پھر نہ جانے خلا سے پھر جانا

فرزانی و دیوانگی!

فرزانی تو پناہ مند رہی نہیں ہے
کچھ تو عقلی کو دیا جاتی بنائیں؟
وحشت عشق نے جب بوش میں لانا چاہا
عقل کی قوم نے دیوانہ بنا کر لیا
جسے وہ اہلِ نوق کی زلفِ نودائیں
سر پہ شکارِ خونِ خاندانِ زنجیر و کید کو

نزدائیں!

بیٹ دو آواز جو محروم تو داناں ہو گیا
موتِ بزمِ آگیا زنداں میں بیٹھے کیا کریں؟
نمل کے جھینڈوں سے کچھ بھڑوں کے شے ہی بھی
مزدور فصل گن کا لائے تو میں فصل ہمار
برکزی زنجیر کی زنداں سے باہر دیکھنا

فصل گئی آئی یا پہل آئی، کیوں دہ زخماں گھلتی ہے

گو خاک ہوا دل، گھاساں نہ گئے بے تاہ کہو دہ زخماں گھلتا

راہستے ہیں ہم ایسی جیل دیتے ہیں زخماں کو

کیوں نہ تیر گیسو جنوں پر کوئی قزاق ہر جہاں

مکرم دشت ہے کہ زخماں کو بھی بھیجاؤ دل وہ آواز کو سحر کو بھی زخماں کے

ایسا ہی میں ازخماں ہوں، ازخیر کا کیا کہنے

فطرت عشق کی آزاد اداؤں کو تو دیکھ، دستِ عالم گزینی سے زخماں میرا

صوبے، اتریں گے، اسیرِ محض چھوٹے ہیں بھلیاں بے سے کشیں پر گھٹا بھی آئی

لے گیا، جس کو بھی مریہم ہمارا، اگر اب نفس کا گوشہ حاصل ہمارا پتا

بند ہے اب نفس، ہوں سر تو شے جا بے ہم سے دیکھا ہے نفس کی تیلیں کا درگاہ

آسمان گر کا فی چاہے، دیکھا نفس، بھلیوں کے اک اٹھا ہے میں نفس کا درگاہ

دیکھئے کیا لگ کھاتی ہے ہمارا اب کے برس خواب میں، لٹا کیے دیکھا ہے نفس کا درگاہ

سورج کی گدگد اب کیسا، کیوں کسی کا ناموں خود سفینہ ہی مراد دشت ہے طوفاں کے لیے

طوفاں ہی ایک کیا کہے طوفاں سے کم نہیں سنگ ہوا، سفینہ ہوا، ناخدا ہوا

فانی، سفینہ اب بھی نہ ڈوبے تو کیا کہہ طوفاں کو نہ دیکھ، ہستم، ناخدا کے دیکھ

فریب، اسی میں کچھ صحت تہہ دہ نہ کن کن کشی تو فراق ناخدا معلوم

دور کی ہی پھر بھی تھی نزدیکی منزل سے کشش کو نہ ساحل، انگرانی ساحل سے

سورج نے ڈوبنے والوں کو بہت لگ چٹا رخ مگر جانب ساحل میں بہنے پاتے

سورج کی ساست سے ابوس نہ ہر فاقی گدگد کی ہر جہ میں ساحل نظر آتا ہے

برقعش پاکو دیکھ کے دشت ہوں سر کوں بچا تھا نہیں ہوں قری رہ گزر کہیں

گم کردہ راہ ہوں قدم اولیں کے ہیں پھر راہ ہجے نہ ظ راہ بر کو میں

کاشی بھڑکیں ہوں، دشت میں بھر لیں بے دل سے گویا کہ دیکھا نہ

ہوں وہ قریب خورد، رہ کر کہہ کا پار پنا کے لے چلا ہے مرا عشق پا بکے

سادہ ہے درد دل مری رگ گسٹ میں، چار ساز کیا چو چننا ہے درد کہاں ہے، کہاں نہیں؟

کچھ کہہ کے چارہ ساز نے کشیں دی تھیں نکتا ہوں میں کہ اب مری حالت بھل گئی

کیا، چارہ ساز اب بھی تجھے امید شفا ہے یہ زخم ہے یہ دل ہے، یہ پیکارِ حستا

نہرے یا دوائے دل؟ وہ ہیں کھوت ہے قریب دشت مری نظر میں ہے بکھوت چارہ ساز میں؟

دشت کی جدت میں گھر نہ گئے اس گھر کی تباہی کا سامان کن، آؤ

بہا نہ دل، نہ تیرگی شام تم گئی یہ جاننا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں

نفس

سفینہ

ساحل

راہ ہجرا

چارہ ساز

گھر

میںوں نہ بزرگ جنوں پر کوئی قربان ہو جائے
گھر وہ صحرانے بسا راتے قوتوں میں ہو جائے
بھر سالی میں ہمارے گھر کی کیفیت نہ پوچھا
بند در، ہر شے غافل دل ہمارا سا کھلا
دل ڈھونڈتا ہے گھر کوئی دونوں جہاں سے دور
اس تپ کی زمیں سے الگ آسمان سے دور

کاشانہ:

ناصحا، دستِ کاشا نہ جونی خیر نہیں
ور نہ کیا فرض ہے آوارہ صحرانے ہونا
آہلیاں شامِ نیشیں پہ بھی جاتی ہیں
کیا نیشیں سے کوئی سوتلے ساراں نکلا
دور برقی کی پادشہی ہے پتھر کی میں لڑائی کر
ایسے میں نیشیں کی تعمیر کو کیا کہنے
بنایا تھا نیشیں شامِ گلی پر کس گھڑی یا پ؟
بجھی جاتی ہے ہر برق بلا شامِ نیشیں پر

نیشیں:

بھر اب شکوہ ہے جنگِ سہ برقی
بھن میں برقی نے بھی نکال کر ہم لڑائے
اب اس سے آگ ہی لگ جائے آشیانے کو:
ہوا کہ برق کے سلسلے میں آشیانے نہ ہوا
آشیانے پر کرم برقی کی باری آئی!
مجاوہ اسے فوقِ بلا، بارش میں صلیا نہیں!
بھر گھر کے شعلہ لگی، تو اب لگے تنگ
کہ بکلیوں کو مرنا آشیانوں نہیں ملتا
زبان کشتی ہے تو کاشیاں پر
تتا بھی بہت تھی آشیانوں کی

آشیان:

زندگی نام ہے مرگ کے بنے جانے کا
بھتی ہی نہیں شمع جلے جاتی ہے
جاری ہے نفس کی آمد و خدائی:
سینے میں پھری ہے کرپلے جاتی ہے

زندگی:

موجود زندگی کو بھی ہونا محال ہے
بس زندگی دیکھ کر وہ زندگی ہے

ہر گھڑی انقلاب میں گوری
زندگی کس خواب میں گوری
کس خزانے سے زندگی آفاتی:
اس جہانِ خواب میں گوری
یہ زندگی کی ہے دو دو حقیر آفاتی:
وہ دردِ مسلم، علاجِ نامعلوم
ہر زندگی کا نام نہ رکھ زندگی دل
ایمان زندگی پہ نہ آؤ ان کے دگر
گورسن تھی خواب پریشاں نیند کچھ ایسی گھری گلی
چونک اٹھنے کے ہم گھر، پھر بھی آنکھ نہ کھلتی تھی
گرم و سرد نہ ماتہ جو کچھ ہو
ور نہ فردوس کیا جہنم کیا!

قربانہ:

دنیا ہے کشتی ہے زمانہ آفاتی:
دنیا جیسے کشتی ہے زمانہ آفاتی:
غیر محض کے باتھون غم و غلے سے نہات کی آرزو

دستِ میری ہے چناری کا
دستِ غم کو فم ہے چنار
احسانِ غم کو دشنام دیتے
تاری ہی نہیں محض پر چلے روئے
دل کا کیا حال ہو سرد نہیں ہنرم نہیں
یہ تو ہے آہِ غم کی طمہ ہنر کی ہر کچھ اور

غیر محض:

غیر نہ راحت:

کوئی دوسرے نہیں نہ غم نہ راحہ
نہا جانے، قاتی، صبح کیا جا رہا ہوں
وہ جسے کی یہ عشق بہیم کیا
یاس و امید اسی وہ غم کیا

غیر غم پرستی کی غنا غنت:

راہ آئے ہیں، انگ و آہ کسے
گرد آب و ہوائے غم سے ساز
بہنے پر سجا حال قاتی اور بچے کچھ کیا
ہات تو کچھ بھی نہ تھی، اک بار چار نہ تھا
غم کو بہنے کے خروج اسرار کا نہ تھا
ہر قسم غم کو بیکر دیا بنا دیا

سرگزشت غم:

غم اصل کا نہ تھا ہے، دل جو ہر جہاں
دل غم سے غم ہے، دل سے متبادل ہو کر
وہ کہ غم تھے اک جہاں ہو گیا تھا
زندگی کا کوئی پہلو ہی نہ تھا جو غم نہ تھا
اس کشمکش پرستی میں کوئی راستہ نہ ملی جو غم نہ ہوئی

یا عشق و درد و غم تھا یا سرخ و زرد
وہ غم پرستی جو ابھی غم نہ ہوا تھا
جسے وہ حقیقت بھی حقیقت نہ تھی
یا طوطی غلط ہو گیا تو غم بھی غم ہے
اک جہاں تھا وہ غم سے وارفتہ غم ہے
اک دل ہے اسوے سوختہ سا بانی تھا
بہم کشش پر غم ہے یہ الزام زندگی
بے بہرہ کچھ تو پا سوا حقیقت مژدہ تھا
قاتی اس عالم کا ہیروں سر پر غم تھا
بہمب گیا دک میں تو ہم غم جہاں کچھ

غم روزگار کا بدل غم دل:

اکسیر نہ دل ہو کر غم دنیا سے قانع ہوں
مری آزاروں کا راند ہے جھوٹا جہاں
یوں دل میں کسے غم نے جگہ کی
گویا دے دی غم سے نجات
یہ درد کا علاج محبت و دعا بھی ہے
تھا ورنہ کچھ علاج غم روزگار کا
جئے جانے کی محبت کس سے اتنی، کس کی اتنی
تبت غم نے بھائی زندگی کی کدو و رسول
جو محبت نہ ہو تو غم سے
ابو دل پر وہ زندگی ہے حالم

روداد محبت:

حسن کی وہ دنیا فتنی، عشق کی وہ خواہش
ہائے وہ زندگی جو اب خواب و خیال ہو گئی
احساس محبت ہی مری موت ہے، فنا
اس زندگی دل نے کچھ جان سے مارا
یہ بند روداد غم دلائے آفتاب کو کھلم کو
سرخ آتش نہا دیکھا اکرم نا آشنا پایا
مری دکھ گت کچھ پنا ہے محبت نے سر پر
قیامت ہے یہ مگر، اس سے پہلے عشق کو یہ سن
میرے راحہ، دل کا نہایت کاش ہو جا
عشق کو بھی کیا غور نہ کر، اب دل میں
آئینہ ہے غم کی میری جاگتی تصویر

نہیں مڑو کر مجھ میں جہاں شاد تو ہے
یہی بہت ہے کہ جیتا حرام ہو جیتے
جیتے بھی نہیں دیتے مرنے کی نہیں دیتے
گیا تو نے جیت کی ہر رسم اٹھا ڈالی
عشق کا نام کیوں کریں بھٹام
زندگی تھی، عذاب ہو کے رہی
ابھی کو مجھ سے تو جیسے ہر حال
کیا کرو گے وہ اگر یاد آیا
پھر کسی کی یاد نے تڑپا دیا
پھر گھبرا ہوا تمام کر ہم رہ گئے
جب کسی نے تمہارا نام لیا
کر رہے تھے قصد و اختیار آیا
دو ذبہ دردِ محبت کا نرالا انداز
دردِ دل میں تری تصویر بدل جاتی ہے
سوزِ دل سے بھی دل میں تنہا کی
جب اس کرد چاہا تو اسی کو چاہا
کہتے ہیں جسے عشق وہ ادا ہے اپنا
کچھ تو میرے مطلب، میں ہیں کامِ حرم سے
عشق وہ کفر کہ ایمان سے دل والوں کا

شیوہ عشق:

مجھ کو آدابِ دو عالم ہے محبت
مرنے کے سلیقے میں تو جینے کے قرینے
اور اک ہے منظرِ می خورشیدِ سری کا
سودا ہے یہ عنوانِ محبت، موتِ سری
اس خاکِ دانا میرا کیا دوسرا ہو گیا
پھر تا بول نہ سک دینا محبت لیے ہوئے
اسی کو جولو، ایمانِ عشق کہتے ہیں
دیکھو اس کی مانگی اس پانی جاتی ہے
ایمانِ محبت کی بجھتی نہیں چنگاری
اقتا ہے، دھواں اب تک خاکِ حرمِ دل سے
جو حرم و گاہ میں، وہ دل ہی نہیں رکھتے
دنیا سے محبت میں کہہ ہے ذہبِ خاند
وہ نے جانی ہی بہت، ویر و ویر کی راہیں
کہیں پایا نہ ٹھکانا، تھکے دورانے کا
ہر دوسرے تھکے غالب، اکاہلیت آئے
کچھ میں ہے سنا بہت، غلے کو لیا کھنا
حرم و ویر کی گلیوں میں پٹے پھرتے ہیں
ہر دمِ رنداں میں جو شال نہیں ہونے پاتے

ویر و حرم:

محبت ہے تیار، کفر و ایمان معلوم ہوتی ہے
حرم میں آ رہی گھٹتی، تو نہ مانی
نہیں معلوم راو عشق میں ہے جی کوئی منزل
جہاں تھک کر نظر نہیں رہا، معلوم ہوتی ہے

منزل:

میری ہر منزل نشانی رہے، منزل نہیں

حد ہے جب بھی نظرِ حدِ غمراہ گئے تری

طلب:

طلبِ محض ہے سارا عالم
کوئی غالب ہے نہ کوئی مطلب
دشوار دیکو انک سے طلب نہیں ڈرتے
یوں ہیں تو قرار ہوا بھی نہیں جاتا
غریبِ خاطرِ طلب ہے جہاں جہ ہے
ہر ایک ڈرو جو اس عالمِ غبار میں ہے
ڈرتے میں ہے تم دستِ خدا عالمِ غمراہ
قوت کو کچھ دستِ خدا سے گھبرا
ظنوت و پند ہے تقدیرِ مست، دشتِ نہیں
اگر، ہر ڈرتے میں پیدا دستِ خدا کریں

قزو:

